النَّبِيُّ ﷺ مَعَ النَّاسِ (اجتماعی پہلو)

جمعہ خطبہ، بابت ماہ: نومبر،مطابق: ربیع الاول، برائے حب النبی ﷺ مہم، ۲۰۱۸ء

منجانب:..................................آل انڈیا امامس کونسل

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم، أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

''الذين يتبعون الرسول النبي الأمی الذی يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة و الانجيل، يأمرهم بالمعروف و ينهاهم عن المنكر، و يحل لهم الطيبات و يحرم عليهم الخبائث، و يضع عنهم اِصرهم و الأغلال التي كانت عليهم''. (الاعراف:۱۵۷)

معزز سامعین کرام!

آج ہماری تقریر کا عنوان ہے: ''**النبی ﷺ مع الناس**'' یعنی نبی ﷺ کی اجتماعی زندگی ہے۔

یہ عجیب با ہے کہ مخلوق سے قطع تعلق اور گوشہ نشینی نے مذہب میں اکثر نیکی اور دین داری کی بہترین شکل کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔اسلام سے پہلے راہب اور جوگی اسی اصول پر اپنی زندگی بسر کرتے تھے اور وہ خود اور ان کے عقیدت مند بھی اس کو ان کی انتہائی نیکوکاری اور دین داری قرار دیتے تھے،لیکن حقیقتاً ان مذہبی افراد اور جماعتوں نے زیادہ تر اس پردے اور حجاب اس لیے اختیار کیا کہ اس سے ایک طرف اپنے کو عام نظروں سے چھپا کر بادشاہوں کی طرح اپنے رعب واثر کو نمایاں کرنے اور اپنے کو بالاتر ہستی تصور کرانے میں مدد ملے اور دوسری طرف اپنی زندگی کو زیر پردہ رکھ جھوٹا تقدس اور جھوٹی دین داری کا ڈھونگ کھڑا کر سکے اور تیسری طرف اپنی اس عزلت نشینی کے جھوٹے عذر کی بنا پر کسی ملامت کا نشانہ بنے بغیر اہل و عیال، اعزاء وقارب و دوست واحباب اور قوم وملت کے فرائض وحقوق بجالانے کی تکلیف سے بچ جائیں۔

اسی لیے اسلام نے اپنی اخلاقی تعلیمات میں راہبانہ جوگیانہ اور مجردانہ زندگی کی ہمت افزائی نہیں کی ہے۔نبوت کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی پوری تیئس برس کی زندگی مجمع انسانی میں رہ کر اور تمام انسانی جدوجہد میں شریک ہو کر گزاری ہے۔یہی طرز عمل خلفائے راشدین اور چند کے سوا تمام اکابر صحابہ کا تھا۔اور پورا قرآن اسی جدوجہد اور انسانی مجمع کے ساتھ عمل صالح سے بھرا ہوا ہے۔تجرد علاحدگی، خلوت گزینی، ترک عمل اور ترک جماعت کے لیے ایک اشارہ بھی پورے قرآن میں موجود نہیں ہے۔

یہ بالکل ظاہر ہے کہ جماعتی حقوق اور فرائض جماعتوں کے اندر ہی رہ کر ادا ہو سکتے ہیں، ان سے ہٹ کر نہیں۔وہ لوگ جو سماج سے بالکل کٹ کر رہتے ہیں اور اپنی تعمیر کردہ فکر وخیال کے محلوں میں جیتے ہیں کیا وہ جماعتی مشکلات کو حل کرتے ہیں؟ کیا وہ قوم کی اخلاقی وتعلیمی نگرانی کا فرض انجام دیتے ہیں؟ کیا وہ غریبوں کا سہارا بنتے ہیں؟ کیا وہ یتیموں کے محافظ وسرپرست ہیں،؟ کیا وہ خلق خدا کی کوئی خدمت کرتے ہیں؟ کیا وہ گمراہوں اور گم کردہ راہ کو گمرہی اور ضلالت سے نکالنے کے لیے کوئی تگ ودو کر رہے ہیں؟ کیا وہ امت مسلمہ کی موجودہ تباہ کن صورت حال کو مٹانے اور امت کو اس کے انجام بد سے بچانے کے لیے کوئی ٹھوس لائحہ عمل رکھتے ہیں؟......یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔

لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کا رویہ اجتماعی زندگی میں مکمل طور پر شمولیت اور اپنا بھرپور کردار ادا کرنے والا تھا، سماج کے مسائل کو حل کرنے کا تھا۔ مسائل سے آنکھیں چرا کر فرار کا نہیں تھا۔جیسا کہ آج بہت سے دین داروں کا شیوۂ دین داری یہی ہے کہ بس اپنے الگ تھلگ رکھو، سماجی زندگی کے مسائل ان کی نظر میں خار دار جھاڑی ہیں، جن میں داخل ہونے کے بعد محفوظ رہنا ناممکن ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا نظریہ اجتماعیت:

پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک زندہ سماج اسی کو قرار دیا ہے، جہاں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی کے مسائل میں کھڑے ہوں۔ خود آپ ﷺ کا طرزِ عمل یہی تھا۔ مکہ کے اندر جب تعمیر کعبہ کے موقع پر حجر اسود کے نصب کے سلسلے میں عرب قبائل شدید اختلاف میں پڑ گئے اور شمشیریں بے نیام ہوگئیں۔ قریب تھا کہ کشتوں کا پشتے لگ جائیں، کہ سرور دوعالم ﷺ ایک مسیحا بن کر اس لانیحل گتھی کو سلجھانے کے لیے سامنے آئے اور سیرت کی کتابوں میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ کس خوبصورتی کے ساتھ آپ ﷺ نے اس قضیہ کو حل کر دیا اور سروں پر منڈلانے والی ایک خوفناک وتباہ کن جنگ آپ ﷺ نے اپنے حسن تدبیر سے ٹال دی۔

واقعہ حلف الفضول:

یہ واقعہ بھی رسول محترم ﷺ کی اجتماعی زندگی کا ایک شاندار و درخشاں باب ہے۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حرب فجار میں قریش وقبیلہ قیس دونوں کا شدید نقصان ہوا۔ اس بات کو اس سماج کے باشعور لوگوں نے محسوس کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ اب اس خوں ریزی، سفاکی، تباہی کا خاتمہ ہونا چاہیے؛ چناں چہ آنحضرت ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے سمجھوتے اور مصالحت کی تجویز پیش کی، اس پر خاندان بنو ہاشم، زہرہ، اور تیم بن عبداللہ جدعان کے گھر میں جمع ہوے اور معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا، اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا۔ اس معاہدہ میں آپ ﷺ اپنی قوم کے باضمیر لوگوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ شریک تھے۔ اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے: معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ بدلتا اور آج بھی ایسے معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔

قبل نبوت محمد عربی ﷺ کی اجتماعی مسائل میں دلچسپی کی یہ زندہ مثالیں ہیں، بعد نبوت کی پوری زندگی میں قدم قدم پر سماج کی سانسوں میں آپ کی سرگرمیوں کی حرارت، ہمدردی کی مہک اور دل سوزی کی تپش ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر:

مکہ کا تیرہ سالہ دور نبوت بھی آپ ﷺ کی اجتماعی زندگی کے عملی پہلوؤں سے خالی نہیں ہے؛ مگر مدینے میں اس کے مواقع بار بار پیش آئے؛ چناں چہ مدینے کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی مسجد نبوی کی تعمیر کا آغاز ہوا، تو آپ ﷺ نے بنفس نفیس اس میں شرکت فرمائی۔ مسجد کی تعمیر کے وقت شہنشاہِ دوعالم پھر مزدوروں کے لباس میں تھا، صحابہ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے:

"لاعیش الا عیش الآخرۃ فاغفر الأنصار و المهاجرة"۔

زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے، اے اللہ! تو مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔

جنگوں میں آپ کی شرکت، ریاست مدینہ کے فرائض کی ادائیگی میں آپ کی دلچسپی، خارجہ تعلقات کے لیے سفراء کی روانگی اور امرائے سلطنت کو دعوتی خطوط، یہ سب آپ کی اجتماعی زندگی کا ضروری حصہ ہیں۔

معرکہ خندق:

خندق کی لڑائی میں آپ نے صحابہ کے ساتھ خندق کھدائی میں حصہ لیا۔ آپ ﷺ نے خندق کے حدود خود قائم کیے۔ داغ بیل ڈال کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی۔ خندق کا عمق پانچ گز رکھا گیا، بیس دن میں تین ہزار متبرک ہاتھوں سے یہ انجام پائی۔ یاد ہوگا کہ جب مسجد نبوی بن رہی تھی تو سرور دوجہاں ﷺ مزدور کی صورت میں تھے، آج بھی وہی عبرت انگیز منظر ہے۔ جاڑے کی راتیں ہیں، تین دن کا فاقہ ہے، مہاجرین اور انصار اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد لاد کر پھینکتے ہیں۔ سرور عالم بھی مٹی پھینک رہے ہیں۔ شکم مبارک پر گرد اٹ گئی ہے، پتھر کھودتے کھودتے اتفاقاً ایک سخت چٹان آگئی، کسی کی ضرب کام نہیں دیتی تھی، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ تین دن کا فاقہ تھا اور پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ نے

دست مبارک سے فاوڑہ مارا تو چٹان ایک تودہ خاک تھی۔

بہتر مسلمان:

پیغمبر اسلام ﷺ نے اجتماعی زندگی کو ایک مقدس عمل قرار دیا؛ چناں چہ آپ کا رشاد ہے: ”**ان المسلم اذا کان یخالط الناس ، و یصبر علی أذاھم خیر من المسلم الذی لایخالط الناس ، و لایصبر علی أذاھم**“.

وہ مسلمان جو لوگوں میں مل جل کر رہتا ہے، اور ان کی تکلیف دہی پر صبر کرتا ہے۔ وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے نہیں ملتا اور ان کی ایذا رسانی پر صبر نہیں کرتا۔

دنیا در حقیقت جدو جہد اور دارو گیر کا ایک میدان ہے۔ اس میں تمام انسان باہمی معاونت سے اپنا اپنا راستہ طے کر رہے ہیں۔ راستے میں سب لوگوں کے ساتھ چلنے میں یقیناً بہت کچھ تکلیفیں ہیں، اسی لیے وہ شخص جو جماعتی مشکلات سے گھبرا کر الگ ہوجاتا ہے۔ اور صرف اپنا بوجھ اپنے کندھے پر رکھ کر چل کھڑا ہوتا ہے، وہ دنیا کے معرکے کا ایک نامرد سپاہی ہے۔

دفاع اسلام کے لیے مختلف قبائل سے روابط:

مدینہ آنے کے چند ہی مہینوں بعد آپ ﷺ آس پاس کے قبائلی علاقوں کا دورہ فرمانے اور ان سے حلیفانہ تعلقات قائم کرنے لگے؛ چناں چہ مدینے سے ینبوع تک جو علاقہ ہے، وہاں کے قبائل بنوزمرہ اور مدلج وغیرہ سے باوجود اسلام قبول نہ کرنے کے اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ اگر مدینے پر کوئی حملہ آور ہوا تو یہ مسلمانوں کو مدد دیں گے اور اگر ان کے علاقوں پر کوئی چڑھائی کرے تو مسلمان ان کی مدد کریں گے۔

صلح حدیبیہ سیاست خارجہ کا شاہکار:

مدینہ منورہ سے یہودیوں کے اخراج کے بعد خیبر یہودیوں کا مرکز بن گیا تھا۔ مدینے کی نئی نویلی حکومت کو مکہ کے مشرکوں اور خیبر کے یہودیوں دونوں سے شدید خطرہ تھا۔ ضرورت تھی کہ دونوں قوتوں کا استیصال کیا جائے؛ مگر پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس اتنی عددی قوت نہ تھی کہ وقت واحد میں ان دونوں مرکزوں پر حملہ کیا جاسکے اور ساتھ ہی اس کا بھی خوف تھا کہ اگر خیبر کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں تو مکہ والے اپنے حواشی وموالی کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کردیں گے اور اگر مکہ کی طرف مارچ کرتے ہیں یہودی اور دوسرے قبائل عطفان وغیرہ مدینہ کو تاخت وتاراج کے ناپاک ارادے سے نکل پڑیں گے چناں چہ دانش مندی اور سیاست دانی کا تقاضہ یہ تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک دشمن سے صلح کرکے دوسرے کے مقابلہ میں اس کو دوست، ورنہ کم از کم ناطرف دار بنادیا جائے۔

چناں چہ اس حکمت عملی کی بنیاد پر ذی قعدہ ٦ ہجری میں آں حضرت ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر مکہ والوں سے صلح کی۔ اس صلح کو قرآن حکیم نے ”فتح مبین“ قرار دیا، ”**انا فتحنا لک فتحا مبینا**“.

اس صلح میں زبردست سیاسی وسفارتی کامیابی یہ تھی کہ قریش کو یہودیوں سے لاتعلق اور غیر جانب دار رہنے پر آمادہ کرلیا گیا؛ چناں چہ حدیبیہ سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ آنے کے دو ہی ہفتوں بعد خیبر کی طرف پیش قدمی کردی گئی اور ایسی تدبیریں اختیار کردی گئیں کہ خیبر والوں کی مدد کو کوئی نہ آیا۔ یہاں تک کہ غطفان جیسے حلیف بھی اپنے گھروں میں بیٹھے تماشہ دیکھتے رہے۔ اور حسب توقع بہ آسانی اس خطرہ کا ہمیشہ ہمیش کے لیے ازالہ کردیا گیا۔

سیرت رسول کا یہ باب ایسی زبردست حکمت عملی پر مبنی ہے کہ جس میں آج کے موجودہ حالات میں ہمارے لیے رہنمائی کا سامان ہے۔

اجتماعی انقلاب کے لیے کمزوروں کو ساتھ میں لینا:

پیغمبر اسلام ﷺ کے آغاز دعوت میں جن لوگوں نے پہلی فرصت میں آپ کی دعوت پر لبیک کہا ان میں ایک تعداد دبے کچلے لوگوں کی تھی۔

عمار، یاسر، صہیب، بلال اور دوسرے انھیں کی طرح اور بھی تھے۔ جن کے دل اسلام کی سچائی اور اعتراف حق کے لیے وا ہوگئے۔ ان کمزور مسلمانوں پر مشتمل قافلہ حق پر جرات وثبات قدمی کے ساتھ شدائد ومحن کو برداشت کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ ہزاروں رکاوٹوں کے باوجود اسلام کا سیلاب تندوتیز رواں دواں رہا۔

جس طرح سرورکونین محمد ﷺ ضعفاء کو اکٹھا کر کے اسلام کی تقدیر کو سنوارا تھا اور اس کو بام عروج تک پہنچایا تھا۔ عصر حاضر کے مسلمانوں بالخصوص اس ملک کے مسلمانوں کے لیے اس میں بڑا سبق ہے۔

آج اس ملک کے دبے کچلے لوگوں کو سینے لگا کر ظلم واستحصال کے خلاف ان کو ساتھ لینے کی ضرورت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے حالات کے دھارے کو موڑنے کے لیے جو حکمت عملی اختیار کی تھی، اس کی معنویت آج بھی باقی ہے۔ سیرت رسول ﷺ ہمارے لیے زادِ راہ ہے، اس کو ساتھ لے کر اگر ہم آگے بڑھنے کے لیے تیار ہیں تو یقین مانئے دنیا کی کوئی طاقت ہم کو ناکام نہیں بنا سکتی۔

حاضرین کرام!

رسول اکرم ﷺ کی زندگی کا ورق ورق اس بات پر غماز ہے کہ آپ سماجی مسائل اور اجتماعی دھارے سے ایک پل بھی کٹ کر نہیں رہے۔ پھر کہاں ہیں وہ لوگ جو پیروےپیغمبر اسلام کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں مگر ان کی زندگی میں سماج کے لوگوں کے لیے، ان کے دکھوں اور تکلیفوں کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں ہے۔ اور اگر کچھ لوگ سرگرم نظر بھی آتے ہیں تو مصیبت یہ ہے کہ ان کے اجتماعی اعمال کی بنیادیں مفاد پرستی اور ذاتی اغراض پر قائم ہوتی ہیں۔ پھر انصاف سے بتائیے! کہ کمزور بنیادوں پر جو عمارت کھڑی کی جائے گی، اس کا انجام کیا ہوگا؟۔ سنت اللہ کے مطابق اس کا انجام وہی ہوگا، جو آج ہماری تمام سرگرمیوں کا ہو رہا ہے۔

"الم یأن للذین آمنوا أن تخشی قلوبھم لذکر اللہ ، و مانزل من الحق ، ولایکونوا کالذین أوتوا الکتاب من قبل، فطال علیھم العمد فقست قلوبھم ، کثیر منھم فاسقون". (حدید:١٦)

کیا اہل ایمان کے لیے اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ وہ اپنے سروں پر منڈلاتے ہوئے خطرات کو محسوس کریں اور رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں اپنے تمام مسائل ومشکلات کا حل تلاش کریں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین